’تحفظِ حقوقِ نسواں ایکٹ ۲۰۰۶ء‘ کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ اور نوٹس

اسلام کے نام سے دنیا کے نقشے پر اُبھرنے والا ملک ’پاکستان‘ ان دنوں امریکہ کی سنگین مداخلت اور عالمی دہشت گردی کے خلاف نبرد آزما ہے۔ پاکستان کو اس مقام تک پہنچانے میں جہاں ہماری حالیہ کوتاہیوں کا عمل دخل ہے، وہاں ماضی میں بھی اسلام سے ہونے والی زیادتیوں اور اللہ سے عہد شکنی نے آج ہمیں اس مقامِ عبرت تک پہنچایا ہے۔

ماضی قریب میں اس ملک میں مرد و زن کے آزادانہ اختلاط اور بے حیائی و فحاشی کو راہ دینے کے لئے کئی خلافِ اسلام قانون سازیاں ہوتی رہی ہیں، بالخصوص ۲۰۰۶ء کا سال اس لحاظ سے بدترین رہا کہ اس سال نومبر کے مہینے میں پاکستانی پارلیمنٹ نے قرآن وسنت سے صریح متصادم ’ویمن پروٹیکشن بل‘ کو منظور کر کے ملک بھر میں نافذ کر دیا جس کے خلافِ اسلام ہونے پر پاکستان بھر کے تمام دینی حلقے یک آواز تھے۔ یہ ظالمانہ قانون اس اسمبلی سے پاس ہوا جس کی عمارت پر نمایاں الفاظ میں کلمہ طیبہ درج ہے، اس کے اراکین اور جملہ عہدیداران اسلام کے تحفظ کا حلف بھی اُٹھاتے ہیں بلکہ اس کے آئین میں خلافِ اسلام قانون سازی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اس ایکٹ کی منظوری سے قبل میڈیا پر اس معاملے کی اس طرح پرزور تشہیر کی گئی اور گلی کوچوں میں اس کو یوں زیر بحث لایا گیا جیسے یہ پاکستان کا اہم ترین مسئلہ ہو۔

خواتین کے تحفظ کے نام پر بنائے گئے اس ایکٹ میں سب سے پہلے جرم کا اندراج کرانے والے شخص کو عدالتی کاروائی کا سامنا کرتے ہوئے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنا پڑتا ہے۔

اس ایکٹ میں حیلہ بازی کرتے ہوئے سنگین جرائم کو پولیس کی دسترس سے نکال کر عوام کے جذبۂ خیر وصلاح کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ صنفی امتیاز کے خاتمے کے دعویٰ سے لایا جانے والا یہ قانون وطنِ عزیز میں صنفی امتیاز کی بہت بڑی بنیاد ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ظالمانہ ایکٹ کی منظوری کے دنوں میں لاکھوں پاکستانیوں نے اس کے خلاف رائے شماری میں حصہ لے کر اس قانون سے اظہارِ برات بھی کیا تھا، دکانوں اور عام چوراہوں پر اس قانون کی تردید پر مبنی پوسٹرز اور ہینگرز عام نظر آتے رہے۔ اس قانون کو غلط قرار دینے والوں میں خواتین کی اکثریت کے علاوہ اہم عہدوں پر فائز شخصیات بھی شامل رہیں حتیٰ کہ اس ایکٹ کے خلاف دستخط کرنے والوں کی تعداد ایک کروڑ سے بھی تجاوز کر گئی جن میں غیر مسلم بھی شامل تھے۔ یہ ملکی تاریخ کا سب سے بڑا عوامی احتجاج تھا جس کا سامنا اس غیر اسلامی قانون کو کرنا پڑا۔

قانون کی منظوری اور بحث مباحثہ کے دنوں میں ہی ملک کی نمائندہ علمی شخصیات نے حکومت کو اپنے تحفظات سے آگاہ کر دیا تھا۔ ہر مکتبِ فکر سے وابستہ علماے کرام نے بعض سینئر سیاستدانوں اور حکومتی ذمہ داروں سے ملاقاتوں میں کہا تھا کہ اگر حکومت اکرامِ خواتین کے سلسلے میں اقدامات کرنے میں سنجیدہ ہے تو اختلاطِ مرد وزَن کے بے باکانہ رویوں کو کنٹرول کرے، کیونکہ منظور شدہ ایکٹ میں تو صرف 'زناکاروں کے حقوق' کا تحفظ کیا گیا ہے جب کہ پاکستانی خواتین کے لئے اس میں کوئی ریلیف نہیں ہے۔ پاکستانی خواتین جن سنگین معاشرتی مسائل کا شکار ہیں، ان کے لئے بہت سے دیگر قانونی اقدامات کئے جاسکتے ہیں جن سے اُن کے مسائل کے خاتمے میں حقیقی مدد مل سکتی ہے، لیکن ایسی تمام آوازوں کو اَن سنی کر کے حقیقی مسائل سے صرفِ نظر کیا جاتا رہا۔

یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ حدود آرڈیننس بھی کوئی بڑا معیاری قانون نہیں تھا جو کتاب وسنت کے عین مطابق ہو، تاہم شرعی ماحول پیدا ہونے کی بنا پر اس کی تائید کی جاتی رہی۔ ہمارا زیر نظر تبصرہ بھی اسی نقطہ نظر سے پیش خدمت ہے:

ویمن پروٹیکشن ایکٹ کی خلافِ اسلام دفعات؛ شرعی عدالت میں

جیسا کہ سطورِ بالا میں ہم نے عرض کیا ہے کہ ویمن پروٹیکشن ایکٹ[1] کا اصل مقصد تو اسلامی معاشرہ میں امن وامان اور عفت وعصمت کے کسی حد تک ضامن حدود قوانین کو مزید غیر مؤثر کرنا اور پاکستانی معاشرے میں بے راہ روی کی راہ میں حائل قانونی رکاوٹیں ختم کرنا تھا، کیونکہ ایک مسلم معاشرہ مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کے لئے کسی طرح بھی موزوں نہیں تھا جس کے لئے نام نہاد 'ویمن پروٹیکشن ایکٹ' کے ذریعے یہاں حکومتی سرپرستی میں فضا سازگار کی جاتی رہی۔ آج ملک بھر میں ٹی وی چینلوں، ویب سائٹس اور موبائل فونوں کے ذریعے فحاشی وعریانی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے، اور نوجوان لڑکے لڑکیاں بے راہ روی کا کھلا مظاہرہ کر رہے ہیں، اس پر کئی حساس اہل قلم بڑے دردِدل کے ساتھ لکھ رہے ہیں اور وہ ماں باپ تو آئے روز بے حیائی کے اس ناسور سے زندہ درگور ہو رہے ہیں جن کے بچے بچیاں کھلنڈرے پن اور جوانی کے نشے میں مدہوش ہیں۔

① 'ویمن پروٹیکشن ایکٹ' کے ذریعے اسلامی حدود قوانین کے برعکس مبادیاتِ زنا مثلاً بوس وکنار اور مرد وزن کے آزادانہ اختلاط کو ناقابل سزا قرار دیا گیا تھا۔

② مزید برآں ۱۶ سال سے کم عمر لڑکی کی ہر طرح کی بے راہ روی کو (از خود یہ تصور کرتے ہوئے کہ وہ لازماً جبری زنا کا ہی شکار ہوئی ہے) اُسے ہر قسم کی سزا سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔

③ اور شوہر کیلئے یہ قانون سازی کی گئی تھی کہ اگر وہ بیوی کی رضامندی کے بغیر اس سے جماع کرتا ہے تو اسے زنا بالجبر سمجھا جائے گا جس کی سزا ۲۵ سال قید یا سزائے موت ہو گی۔

④ اس ایکٹ کے ذریعے حدود قوانین کے نام سے شرعی قوانین مثلاً زنا، قذف اور لعان وغیرہ کی سزاؤں کی دیگر انگریزی قوانین پر برتری کو بھی ختم کیا گیا تھا۔

⑤ نیز اس ایکٹ کے ذریعے صوبائی حکومت اور صدرِ مملکت کو بلا قید تمام سزاؤں کو معاف کرنے کا بھی اختیار عطا کیا گیا تھا۔

---

[1] اس ایکٹ کا اصل نام تو 'کریمنل لاء امینڈمنٹ ۲۰۰۶ء' یعنی فوجداری ترمیمی بل ۲۰۰۶ء تھا، جسے طبقہ خواتین کی بے جا حمایت حاصل کرنے کے لئے مذکورہ مغالطہ آمیز نام دیا گیا۔

⑥ ویمن ایکٹ کی رو سے زنا اور قذف کی معروف شرعی سزا کے بجائے ۵ سال قید اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ ہزار روپے جرمانہ کی سزائیں متعارف کرائی گئیں، حالانکہ شرعی حدود میں تبدیلی یا کمی بیشی کا اختیار کسی حاکم وقت یا مجتہد العصر تو کجا، سید المرسلین ﷺ کو بھی نہیں۔

⑦ ان تمام تبدیلیوں پر مزید اضافہ یہ کہ فحاشی و بے راہ روی کے حوالے سے ان سزاؤں کے طریقۂ اجرا میں ایسی مضحکہ خیز تبدیلیاں کی گئیں کہ ان جرائم کی سزا کسی پر لاگو ہونا ہی ممکن نہ رہا۔ راقم اس ایکٹ کی یہ خرابیاں قبل ازیں اپنے مختلف مضامین[1] میں بیان کرچکا ہے، جنہیں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ویمن پروٹیکشن ایکٹ کے خلاف وفاقی شرعی عدالت میں اپیل

ویمن پروٹیکشن ایکٹ کے نفاذ کے بعد سے ہی اس بارے میں محبِ اسلام حلقوں میں شدید بے چینی اور اضطراب پیدا ہوگیا اور ۲۰۰۷ء میں ہی اس ایکٹ کے خلافِ اسلام ہونے کے بارے میں دو درخواستیں [نمبری ۱، ۳۔ آئی ۲۰۰۷] وفاقی شرعی عدالت میں دائر کردی گئیں۔ پھر ۲۰۱۰ء میں درخواست [نمبری ۱۔ آئی ۲۰۱۰] بھی دائر کی گئی جس میں وفاقی شرعی عدالت سے استدعا کی گئی کہ اس ایکٹ کی خلافِ اسلام دفعات کا خاتمہ کیا جائے۔

① یاد رہے کہ پاکستان کا آئین وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیتا ہے کہ

"دفعہ نمبر ۲۰۳ ڈی: عدالت اپنی تحریک یا پاکستان کے کسی شہری یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی درخواست پر اس سوال کا جائزہ لے سکے گی اور فیصلہ کرسکے گی کہ آیا کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم ان اسلامی احکام (جس طرح کہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے) کے خلاف ہے یا نہیں؟ جن کا حوالہ اس کے بعد اسلامی احکام کے طور پر دیا گیا ہے۔"

دفعہ ۲۰۳ ڈی کی شق نمبر ۱ کا تقاضا یہ ہے کہ عدالتِ مذکورہ حکومت کو اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے لئے مناسب موقع دے گی۔ شق ۲ کے تحت عدالت متعلقہ قانون کے خلافِ

---

۱ 'ویمن پروٹیکشن ایکٹ کے اسلام سے متصادم پہلو' اور 'زنا بالجبر اور نام نہاد تحفظِ حقوقِ نسواں بل' شائع شدہ ماہنامہ محدث، دسمبر ۲۰۰۶ء جلد ۳۸، عدد ۱۲/ ص ۲ تا ۲۳ اور ۲۶ تا ۷۰

اسلام ہونے کی وجوہ اور اس کی مخالفت کی حد کا تعین بھی کرے گی۔ شق ۳ کے تحت اگر کوئی قانون خلافِ اسلام قرار پاتا ہے تو گورنر اس قانون میں ترمیم کرنے کے اقدامات کرے گا، بصورتِ دیگر عدالت کی متعین کردہ تاریخ سے وہ قانون کالعدم قرار پائے گا۔

② واضح رہے کہ ماضی میں قانونِ امتناعِ توہین رسالت (دفعہ ۲۹۵سی) میں بھی وفاقی شرعی عدالت نے اسی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اسمبلی کے منظور شدہ قانون مجریہ ۱۹۸۶ء میں مذکور 'عمر قید کی سزا کے خلافِ اسلام' ہونے کا فیصلہ کیا تھا اور حکومت کو ۳۰/ اپریل ۱۹۹۱ء تک کا وقت دیا تھا کہ اس دوران وہ مناسب قانون سازی کرلے، بصورتِ دیگر شرعی عدالت کا فیصلہ ازخود نافذ ہوکر توہین رسالت کی سزا میں شامل سزائے عمر قید حذف ہوجائے گی۔

اسی طرح ماضی میں قصاص ودیت کیس میں بھی وفاقی شرعی عدالت نے چیف جسٹس محمد افضل ظلہ کی سربراہی میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ سزائے قتل کے مروّجہ ۵۶ قوانین خلافِ اسلام ہیں اور حکومت کو چاہئے کہ اگست ۱۹۹۰ء سے پہلے پہلے متبادل قانون سازی کرے، بصورتِ دیگر قصاص ودیت کے شرعی قوانین براہِ راست نافذ ہوجائیں گے۔ اسی نوعیت کا ایک فیصلہ قانونِ شفعہ کے بارے میں بھی دیا گیا تھا۔

وفاقی شرعی عدالت کے ان فیصلوں کے بعد متعینہ تواریخ تک حکومت نے کوئی قانون سازی نہ کی، جس کے نتیجے میں پاکستان میں امتناعِ توہین رسالت کا قانون، وفاقی شرعی عدالت کی ترمیم (عمر قید کے حذف) کے بعد اور قصاص ودیت کے قوانین براہِ راست اسلامی شریعت سے ہی پاکستان میں نافذ العمل ہوگئے۔

③ آئین پاکستان کی دفعات اور ماضی کے بعض مذکورہ بالا قانونی اقدامات کی لاہور ہائیکورٹ کے متعدد فیصلوں سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ حدود کے ذیل میں آنے والے جرائم کے متعلق ذیلی عدالتوں کے فیصلوں کی نگرانی/اپیل کا اختیار آئین کی شق ۲۰۳

ڈی ڈی کی رو سے صرف وفاقی شرعی عدالت کو ہی حاصل[1] ہے۔ تاہم وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو چیلنج / نظر ثانی کیلئے آئین پاکستان ہی کی دفعہ ۲۰۳ ایف کے تحت کسی بھی فریق کو ۶۰ یوم اور صوبائی ووفاقی حکومتوں کو ۶ ماہ کا وقت حاصل ہے، اس مدت کے دوران نظر ثانی کی درخواست سپریم کورٹ (شریعت اپلیٹ بنچ) میں دی جاسکتی ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ

اسی طریق کار کو اختیار کرتے ہوئے ویمن پروٹیکشن ایکٹ کو بھی وفاقی شرعی عدالت میں گذشتہ سال زیر بحث لایا گیا، عدالت میں اس پر بحث مباحثہ بھی ہوا اور مؤرخہ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء کو اس حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کا ایک اہم فیصلہ سامنے آیا۔ وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس آغا رفیق احمد خاں کی سربراہی میں جسٹس شہزاد شیخ اور جسٹس سید افضل حیدر نے یہ فیصلہ تحریر کیا ہے جسے نکتہ نمبر ۱۱۷ کے تحت رپورٹ کیا گیا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت اپنے حالیہ فیصلہ میں ویمن پروٹیکشن ایکٹ ۲۰۰۶ء کے ساتھ ساتھ، امتناعِ دہشت گردی ایکٹ ۱۹۹۷ء اور امتناعِ منشیات ایکٹ ۱۹۹۷ء کو بھی زیر غور لائی ہے جس میں عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ مذکورہ بالا ایکٹس کے بعض حصے واقعتاً اسلام کے خلاف یا وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ عمل میں مداخلت ہیں لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ ان قوانین میں ترمیم کرکے اِن کے متبادل اسلامی قوانین لائے، بصورتِ دیگر ان کے قابل اعتراض حصے ۲۲ جون ۲۰۱۱ء تک نافذ العمل رہنے کے بعد آخر کار کالعدم ہو جائیں گے۔

① وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ (نکتہ نمبر ۱۱۷ کی شق نمبر ۵) میں ویمن پروٹیکشن ایکٹ کی ترامیم ۱۱ اور ۲۸ کو دستور کی دفعہ ۲۰۳ ڈی ڈی سے متجاوز قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان ترامیم کے مؤثر ہونے سے حدود قوانین کی بالاتر حیثیت ختم ہوگئی ہے، اس لئے اُنہیں ختم کیا جائے۔ ان ترامیم کا تعارف وجائزہ حسبِ ذیل ہے:

I. ویمن ایکٹ کی ترمیم نمبر ۱۱ کے ذریعے زنا آرڈیننس کی دیگر انگریزی قوانین پر بالاتر

[1] دیکھئے پاکستان کریمنل لاء جرنل ۲۰۰۴ء، ص ۸۹۹ اور PLD 1985 Lah 65

حیثیت کو ختم کر دیا گیا تھا۔ اگر حکومت اس کے خلاف اپیل میں نہیں جاتی تو یہ شق ۲۲ جون ۲۰۱۱ء کو ختم جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ویمن ایکٹ میں زنا کی دیگر متوازی سزاؤں پر سابقہ شرعی سزاؤں کی برتری بحال ہو جائے گی اور عدالت کو یہ موقع حاصل ہو گا کہ وہ زنا کی محض ۵ سال سزا اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ ہزار روپے جرمانہ کی بجائے اس پر سابقہ شرعی سزا جاری کرنے کے احکام صادر کر سکے۔

II. ایکٹ کی ترمیم نمبر ۲۸، جس کو خلافِ اسلام قرار دیا گیا ہے، کا مقصد یہ تھا کہ 'لعان' کو کوڈ آف کریمنل پروسیجر ۱۸۹۶ء سے نکال کر میرج ایکٹ ۱۹۳۹ء کا حصہ بنایا جائے تاکہ لعان کی جو سزا قذف آرڈیننس کے سیکشن ۱۴(۴) میں ہے، اس کا اطلاق ختم ہو جائے۔ اب اس ترمیم کے ختم ہو جانے سے 'لعان' کا سابقہ قانون مؤثر ہونے کا بھی جزوی امکان پیدا ہو گیا ہے۔

④ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ (نکتہ نمبر ۱۷ا کی شق نمبر ۷) میں ویمن پروٹیکشن ایکٹ کی ترامیم نمبر ۲۵ اور ۲۹ کو بھی دستور کی دفعہ ۲۰۳ ڈی ڈی سے تجاوز یعنی خلافِ اسلام قرار دیتے ہوئے نئی متبادل قانون سازی کا مطالبہ کیا ہے۔ محولہ ایکٹ کی ترمیم نمبر ۲۹ کے ذریعے حدود قوانین کے حصے قذف آرڈیننس کو دیگر قوانین پر بالاتر حیثیت کو ختم کیا گیا تھا جبکہ ترمیم نمبر ۲۵ کے ذریعے قذف آرڈیننس کی تین دفعات ۱۳، ۱۱ اور ۱۵ کو حذف کیا گیا تھا، جس کے بعد قذف آرڈیننس غیر مؤثر ہو کر رہ گیا تھا۔ اب عدالت نے نہ صرف قذف آرڈی نینس کی بالاتر حیثیت کو بحال بلکہ اس کی اہم دفعات کو بھی برقرار رکھنے کی تلقین کی ہے۔

جہاں تک زنا آرڈیننس اور قذف آرڈیننس کی دیگر قوانین پر بالاتر حیثیت واپس کرنے کی بات ہے تو یہ اسی جرم پر تعزیراتِ پاکستان میں موجود متوازی سزاؤں کے تناظر میں ایک اہم ضرورت ہے تاکہ فیصلہ کرنے والے جج کو فیصلہ کی تادیبی کاروائی کا انتخاب کرنے میں آسانی ہو۔ مزید برآں یہ اسلامی شریعت کا مسلّمہ تقاضا بھی ہے بلکہ اسلام تو ان جرائم پر جہاں اللہ تعالیٰ نے سزائیں وحی کی صورت میں متعین کر دی ہیں، کسی متبادل قانون پر عمل پیرا ہونے کو جاہلیت، ظلم حتیٰ کہ کفر سے تعبیر کرتا ہے۔ ان شرعی قوانین

کی ترجیح پاکستان کی دیگر عدالتوں کے بعض سابقہ فیصلوں کی روشنی میں بھی ایک مسلمہ مسئلہ ہے جیسا کہ وفاقی شرعی عدالت نے ۱۹۸۶ء میں زنا آرڈیننس کو آرمی ایکٹ پر فوقیت دینے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ اس کے مجرم کا ٹرائل 'کورٹ آف مارشل' کی بجائے سیشن کورٹس[1] میں کیا جائے۔ ایسے ہی ۱۹۸۵ء میں لاہور ہائی کورٹ نے بھی یہ قرار دیا تھا کہ حدود قوانین کو 'سندھ چلڈرن ایکٹ' پر فوقیت[2] حاصل ہو گی۔

③ علاوہ ازیں عدالت نے اپنے فیصلہ (نکتہ نمبر ۱۱۷ کے شق ۱ تا ۴) میں امتناع دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ نمبر ۲۵ اور امتناعِ منشیات ایکٹ ۱۹۹۷ء کی دفعہ ۴۸ اور ۴۹ کو بھی آئین کی دفعہ ۲۰۳ ڈی ڈی سے متجاوز قرار دیتے ہوئے خلافِ اسلام قرار دیا ہے۔ مذکورہ بالا تینوں دفعات میں قرار دیا گیا تھا کہ ان جرائم کی اپیل ہائی کورٹ میں داخل کرائی جائے، جبکہ شرعی عدالت نے یہ حکم دیا ہے کہ

"قرآن وسنت کی رو سے جو جرائم حدود کے زمرے میں آتے ہیں اور ان کی سزا قرآن وسنت میں مذکور ہے، ان تمام جرائم میں مددگار یا اُن سے مماثلت رکھنے والے جرائم بھی حدود کے زمرے میں آتے ہیں۔ اور حدود یا اس سے متعلقہ تمام جرائم پر جاری کئے گئے فوجداری عدالت کے احکامات کی اپیل یا نظر ثانی کا اختیار بلاشرکت غیرے وفاقی شرعی عدالت کو ہی حاصل ہے۔ ایسے ہی حدود جرائم پر ضمانت کے فیصلے کی اپیل بھی صرف اسی عدالت میں ہی کی جائے۔"

عدالت نے ان جرائم کی فہرست مرتب کرتے ہوئے جو حدود کے زمرے میں آتے ہیں، ان جرائم کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے جو اس سے قبل مجموعہ تعزیرات پاکستان کے تحت آتے تھے۔ مجموعی طور پر ان جرائم کی تعداد ۱۰ شمار کی گئی ہے: زنا، لواطت، قذف، شراب، سرقہ، حرابہ، ڈکیتی، ارتداد، بغاوت اور قصاص / انسانی سمگلنگ

④ روزنامہ انصاف اور روزنامہ نوائے وقت میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی خبر دیتے ہوئے لکھا گیا کہ

"عدالت کے تین رکنی بنچ نے تحفظ حقوق نسواں ایکٹ ۲۰۰۶ء کی چار شقوں کو

---

۱ دیکھیں PSC۱۹۸۶ء کا فیصلہ نمبر ۱۲۲۸

۲ دیکھیں پاکستان کریمنل لاء جرنل، فیصلہ نمبر ۱۰۳۰

آئین کے آرٹیکل ۲۰۳ ڈی ڈی سے متصادم قرار دیتے ہوئے وفاقی حکومت کو ہدایت کی ہے کہ وہ ۲۲ جون تک شق نمبر ۲۸، ۲۵، ۱۱ اور ۲۹ کو کالعدم قرار دے کر ترمیم کریں، بصورت دیگر یہ عدالتی فیصلہ بذات خود ترمیم سمجھا جائے گا۔ فیصلہ میں یہ بھی قرار دیا گیا کہ قانون سازی کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات ختم یا تبدیل نہیں کئے جاسکتے۔''[1]

''نجی ٹی وی کے مطابق عدالت نے چار شقوں کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ اسلام کے خلاف ہیں۔ عدالت نے زنا بالرضا کو بھی ناجائز اور حدود قوانین کے مطابق غیر اسلامی فعل اور گناہ کبیرہ قرار دیا اور کہا کہ زنا کے بارے میں ایکٹ مذکورہ کے قوانین کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔''[2]

تبصرہ و تجزیہ

وفاقی شرعی عدالت کا مذکورہ بالا فیصلہ ایک قابل قدر اقدام ہے اور ہم اس کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں، بالخصوص اس تناظر میں جب کہ ویمن پروٹیکشن بل پر جاری قومی سطح کے مناظرے ومباحثے میں بعض سیاستدانوں (چودھری شجاعت حسین وغیرہ) نے قوم سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ ایکٹ کسی بھی طرح خلافِ اسلام ثابت ہو جائے تو وہ اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دیں گے۔ اس موقع پر راقم الحروف کے علاوہ دیگر معروف علمائے کرام نے اس کی خلافِ اسلام دفعات کی نشاندہی کی تھی لیکن چودھری صاحب موصوف نے اس وقت ان کو درخورِ اعتنا نہ جانا۔ اب ایک آئینی عدالت نے اس ایکٹ کی چار دفعات کو خلاف اسلام قرار دے کر حکومت کو ۲۲ جون ۲۰۱۱ء تک مہلت دی ہے کہ وہ متبادل قانون سازی کرے تو اسے کم از کم 'دیر آید درست آید' کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس قدر تاخیر سے آنے والے فیصلہ کے درمیانی چار سالوں میں اس حوالے سے جو بے راہ روی ملک میں جگہ پاگئی ہے، اس کا خمیازہ تو اہل پاکستان کو بھگتنا ہوگا۔

وفاقی شرعی عدالت کا یہ اقدام بھی قابل تحسین ہے کہ اس نے نہ صرف شرعی قوانین

۱ روزنامہ نوائے وقت، لاہور: ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء صفحہ ۶

۲ روزنامہ انصاف، لاہور: ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء، صفحہ ۷

کی برتری کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ حدود قوانین سے قریب تر دیگر قوانین میں ہیرا پھیری کے ذریعے جو اُنہیں شرعی سزاؤں اور تادیب سے دور رکھا گیا تھا، ان کو دوبارہ شرعی عدالت کے دائرہ عمل میں لانے کی تلقین بھی کی ہے۔ اور حکومت کو پابند کیا ہے کہ ان شرعی سزاؤں کے بارے میں نہ صرف آرمی کورٹس، بلکہ دہشت گردی اور امتناع منشیات وغیرہ کے قوانین کی آڑلے کر ان کو انگریزی قوانین کے دائرے میں نہ لایا جائے۔ بلکہ انہیں شرعی عدالت اور اس کے ماتحت عدالتوں میں ہی سماعت کیا جائے تاکہ مستغیث اور مدعا علیہ شرعی فیصلے سے استفادہ کر سکیں۔ شرعی عدالت کا اپنے حقوق کو محفوظ کرنے کا رویہ قابل تعریف ہے، کیونکہ یہ اُصولی طور پر قیام پاکستان کے مقصد سے ہم آہنگ ہے جس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ اس ملک کے باشندے اینگلو سیکسن لاز کی بجائے اللہ کے دیے ہوئے شرعی نظام عدل میں اپنی زندگی گزاریں اور پاکستان میں اسلام کا ہر شعبے میں بول بالا ہو۔

تاہم اس موقع پر یہ اضافہ کرنا اور یاددہانی کرانا انتہائی ضروری ہے کہ وفاقی شرعی عدالت نے ویمن پروٹیکشن ایکٹ کی خرابیوں میں سے صرف ایک تہائی کی ہی نشاندہی کی ہے۔ حالانکہ یہ پورا کا پورا ایکٹ ہی اس قابل ہے کہ اس کو خلافِ اسلام قرار دے کر مسترد کیا جائے۔ اس ایکٹ کی ۲۹ ترامیم کے نتیجے میں: حد زنا آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی ۲۲ میں سے ۱۲ دفعات کو منسوخ اور ۶ کو تبدیل کر دیا گیا تھا جبکہ حد قذف آرڈیننس کی ۲۰ میں ۸ کو منسوخ اور ۶ میں ترمیم کی گئی تھی جس کے بعد اوّل الذکر میں محض ۴ دفعات اور ثانی الذکر آرڈیننس میں صرف ۶ دفعات اپنی اصل شکل میں باقی رہ گئی تھیں۔ راقم نے دسمبر ۲۰۰۶ء میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

> ”اس بل کی خلافِ اسلام ترامیم کو اگر حذف یا درست بھی کر دیا جائے تب بھی اس قانون کے نظام اجرا میں ایسے مسائل پیدا کر دیے گئے ہیں کہ جس کے بعد معاشرے میں عملاً زنا کی روک تھام ناممکن ہو گئی ہے، اس لئے یہ بل ناقابل اصلاح ہے۔ اس بل کے ذریعے حدود سے متعلقہ ۹ جرائم کو تعزیراتِ پاکستان میں منتقل کر دیا گیا ہے اور ترمیم شدہ حدود آرڈیننس کے تحت صرف ۲ جرائم ہی باقی رہ گئے

ہیں۔ پھر ان ۱۱ میں سے جن ۷ جرموں کی سزا دینا مقصود ہے، ان کو پولیس کی عمل داری میں رکھا گیا ہے اور اس کے مجرم کو بلاوارنٹ بھی گرفتار کیا جاسکتا ہے اور وہ تمام زنا بالجبر اور اس سے متعلقہ جرائم ہیں جن میں خواتین سزا سے مستثنیٰ ہیں (اور یہی اس بل کی وجہ تسمیہ ہے)، جبکہ پانچ جرائم محض نمائشی ہیں جن میں بچے کچھے حدود قوانین کے دو جرائم بھی شامل ہیں۔''[1]

ویمن ایکٹ کا اہم مسئلہ اس کے لئے مجوزہ پروسیجرل لاء کے ناقابل عمل تقاضے ہیں، جیسا کہ اوپر مختصراً ذکر ہوا۔ جبکہ ابھی تک باقی رہ جانے والی قانونی خرابیوں میں صدر اور صوبائی حکومتوں کا اس کے مجرم کو معاف کرنے کا اختیار، شوہر پر زنا بالجبر کا مضحکہ خیز جرم اور اس پر سزائے موت کا ہونا بھی خلافِ اسلام ہیں۔ مزید برآں ثبوتِ زنا کے لئے پانچ گواہوں کا غیر شرعی مطالبہ یا زانی کے اعتراف کرلینے اور لعان کے دوران بیوی کے اعترافِ زنا کو ثبوتِ جرم کے لئے ناکافی سمجھنا وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو تاحال اس ایکٹ کا غیر اسلامی حصہ ہیں۔

مسلمانانِ پاکستان کو چاہئے کو ویمن پروٹیکشن ایکٹ کے ان باقی حصوں کے خلافِ اسلام ہونے پر بھی وفاقی شرعی عدالت میں درخواست دائر کریں۔ آج وطن عزیز میں امن وامان کی جو بدترین صورتحال ہے؛ ایسا کبھی نہ ہوتا، اگر ہم نے اللہ سے کئے گئے وعدوں کو پورا کرتے ہوئے یہاں شرعی قوانین کو نافذ کیا ہوتا۔ شریعتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی قانون میں ایسی قوت نہیں کہ وہ معاشرے میں امن وامان کے ضامن ہوں اور یہ بات آج بھی ترقی یافتہ مغرب اور اسلامی قوانین پر عمل پیرا سعودی عرب میں امن وامان کی صورتحال کے ایک تقابلی جائزے کے بعد بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

مسلمان فرد کیلئے اسلام کا سب سے بڑا انعام اطمینان وسکون کی فراوانی ہے اور کسی مسلم اجتماعیت کی سب سے بڑی نعمت امن وسلامتی ہیں جس پر قرآنِ کریم کی بہت سی آیات شاہد ہیں۔ آج اسلام کو چھوڑ کر ہم ہر لحظہ بے چینی واضطراب اور الم ناک قتل وغارت گری کا شکار ہیں، تب بھی حیرانی ہے کہ اپنے ربّ کی طرف کیوں رجوع کیوں نہیں کرتے!! (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

---

۱ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں محدث، شمارہ دسمبر ۲۰۰۶ء: ص ۲۲، ۲۳